ایسی احمق نہ تھی کہ جلد بگڑ بیٹھتی وہ اس فکر میں ہوئی کہ اس معاملہ میں اپنی طرف سے کچھ کہنا سننا مناسب نہیں۔ آخر کبھی نہ کبھی بات کھلے گی۔ اُس وقت دیکھا جائے گا۔

اصغری نے اپنے دل میں کہا کہ بھلا عظمت رہ تو سہی انشاء اللہ تعالیٰ تجھ کو بھی کیسا سیدھا بناتی ہوں اب یہاں تک تیرے مغز چل گئے ہیں کہ گھر کے گھر میں فساد ڈلواتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تجھ کو وہاں ماروں کہ پانی نہ ملے اور ایسا اجاڑوں کہ اس محلّے میں آنا نصیب نہ ہو۔

CH. 11

ماما عظمت کی شامت سر پر سوار تھی۔ تیسرا دار اصغری پر اور صحیح کیا۔

ہزاری مل کی تو عادت تھی کہ جب کبھی ماما عظمت کو اپنی دُکان کے سامنے سے آتے جاتے دیکھتا تو ادبدا کر چھیڑتا کہ "کیوں ماما! ہمارے حساب کتاب کی بھی کچھ فکر ہے؟ اور آٹھویں ساتویں تقاضا کہلا بھیجتا۔

ایک دن حسب معمول ماما عظمت سودے سلف کو بازار جاتی تھی۔ ہزاری مل نے ٹوکا۔ ماما بولی " اے لالہ یہ کیا تم نے مجھ سے آئے دن کی چھیڑ خانی مقرر کی ہے۔ جب مجھ کو دیکھتے ہو تقاضا کرتے ہو۔ جن کو دیتے ہو اُن سے مانگو، اُن پر تقاضا کرو۔ میں بیچاری غریب آدمی ٹکے کی اوقات مجھ سے اور مہاجنوں کے لین دین سے کیا واسطہ؟

ہزاری مل نے کہا یہ بات تم نے کیا کہی؟ کہ مجھ سے واسطہ نہیں دُکان سے تو تم لیجاتی ہو۔ ہاتھ کو ہاتھ پہچانتا ہے۔ ہم تو تم کو جانتے ہیں۔ اور

تمہاری ساکھ پر دیتے ہیں۔ ہم گھر والوں کو کیا جانیں؟

ماما نے کہا۔ اے لالہ! ہوش میں آؤ۔ ایسے گھر کے بھولے میری ایسی کیا حیثیت تم نے دیکھ لی۔ میرے پاس نہ جائداد نہ دولت اور تم نے سیکڑوں روپیہ آنکھ بند کر کے مجھ کو دیا اور اگر مجھ کو دیا تو جاؤ مجھی سے لے بھی لینا۔ میرے جو محل کھڑے ہوں گے بکوا لینا۔ قلعے میں جو میری تنخواہ ہو گی بند کر دینا۔

ماما کی ایسی اُکھڑی اُکھڑی باتیں سُن کر ہزاری مل بہت سٹ پٹایا اور ماما سے لگاوٹ کی باتیں کرنے لگا اور کہا کہ آج تو تم کسی سے لڑ کر آئی معلوم ہوتی ہو۔ بتاؤ تو کیا بات ہے؟ بیوی صاحب نے کچھ کہا یا صاحبزادہ کچھ خفا ہوئے؟ یہاں تو آؤ۔

اِدھر تو ماما سے یہ کہا اور اُدھر دُکان پر جو لڑکا بیٹھا تھا۔ ایک پیسہ اُس کے ہاتھ میں دیا کہ دوڑ کر دو گلوریاں زردہ [تمباکو ۱۲] ڈلوا کر بنوا لا۔ جب ماما بیٹھ گئی تو پھر ہزاری مل نے ہنس کر پوچھا معلوم ہوتا ہے آج ضرور کسی سے لڑی ہو؟

ماما نے کہا۔ خدا نہ کرے کیوں لڑنے لگی۔ بات پر بات میں نے بھی کہدی۔ سچی بات پر بُرا کیوں مانتے ہو؟

ہزاری مل نے کہا۔ یہ تو ٹھیک ہے بیوپار تو مالک کے ساتھ ہے پر تمہارے ہاتھوں سے ہوتا ہے یا نہیں؟ نہ ہمارے نام رُقعہ نہ چٹھی۔ تم نے مالک کے نام سے جو مانگا سو دیا۔

ماما نے کہاں ہاں یوں کہو ۔ میں اس سے کب مکرتی ہوں جو لگئی ہوں ہزاروں میں کہدوں، لاکھوں میں کہدوں ۔ اور ہماری بیوی بھی (روئیں روئیں سے دُعا نکلتی ہے) بیچاری کبھی تکرار نہیں کرتیں ۔

ہزاری مل بولا ۔ ماما! بیگم صاحب تو حقیقت میں بڑی امیر ہیں واہ کیا بات ہے، پھر ہزاری مل نے آہستہ سے پوچھا ۔ چھوٹی بہو صاحب کا کیا حال ہے؟ کیسی ہیں (اپنی) بڑی بہن کے پرتو پر ہیں یا اور طرح کا مزاج ہے؟

ماما نے کہا ۔ لالہ کچھ نہ پوچھو ۔ بیٹی تو امیر گھر کی ہیں پر دل کی بڑی تنگ ہیں ۔ دمڑی کا سودا بھی جب تک چار مرتبہ پھیر نہ لیں پسند نہیں آتا ہے ۔ ہاں خدا رکھے ہنر سلیقہ تو دُنیا کی بہو بیٹیوں سے بڑھ چڑھ کر ہے، کھانا عمدہ سے عمدہ ۔ سینے میں درزیوں اور مغلانیوں کو مات کیا ہے لیکن لالہ امیری کی بات نہیں ۔ اوّل اوّل مجھ پر بھی روک ٹوک شروع کی تھی لالہ! تم تو جانتے ہو، میرا کام کیسا بے لاگ ہوتا ہے ۔ آخر تھک کر بیٹھ رہیں، بیگم صاحب تو اولیا آدمی ہیں اور انھیں کے دَم قدم کی برکت سے گھر چلتا ہے ہم غریب بھی انھیں کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ۔ بہتیرا لوگوں نے بیگم صاحب کو بھڑکایا لیکن خدا سلامت رکھے اُن کے دل پر میل نہ آیا اور کسی طرح کا کلام انھوں نے منہ پر نہ رکھا ۔

ہزاری مل نے کہا ۔ سُنا ہے چھوٹی بہو صاحب کو بڑا بھاری جہیز ملا؟

ماما نے چھوٹتے ہی کہا ۔ خاک ۔ بڑی سے اُترتا ہوا ۔

ہزاری مل نے کہا ۔ بڑا تعجب ہے کہ ان کے بیاہ کے وقت خاں صاحب تحصیلدار تھے ۔ بڑی بیٹی سے زیادہ دینا لازم تھا ۔

ماما نے کہا ۔ اے ہے ۔ تحصیلدار کا کچھ دوش نہیں ۔ اُس بیچارے نے تو بڑی تیاریاں کی تھیں ۔ یہی چھوٹی کھوٹی منہ سے بولی تھیں ۔ ماں باپ کی خیر خواہی کے مارے کہہ کہہ کر سب چیزیں کم کرائیں ۔

ہزاری مل نے کہا ۔ اگر یہی حال ہے تو بڑی بہن کی طرح یہ بھی الگ گھر کریں گی؟

ماما نے کہا ۔ الگ گھر کیسا! یہ تو بڑے گُل کھلائیں گی ۔ بڑی بہو بد مزاج تھیں لیکن دل کی صاف اور یہ زبان کی تیز اور دل کی کھوٹی ۔ کوئی کیسا ہی جان مار کر کام کرے ان کی خاطر تلے نہیں آتا ۔ بات بھی کہیں گی تو تہ کی منہ پر کچھ دل میں کچھ ۔ نا بابا یہ عورت ایک دن نباہ کرنے والی نہیں ۔ اب تو پہاڑ پر باپ کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہی ہیں ۔

ہزاری مل نے پوچھا ۔ لاہور سے ان دنوں کوئی خط آیا ہے؟

ماما نے کہا ۔ ہر روز انتظار رہتا ہے ۔ نہیں معلوم کیا سبب ہے کوئی خط نہیں آیا ۔ بیوی خرچ کی راہ دیکھ رہی ہیں ۔ رمضان سر پر آگیا ہے بلکہ پرسوں اترسوں مجھ سے کہتی تھیں "ہزاری مل سے پچاس روپے

قرض لانا۔

ہزاری مل قرض کا نام سُن کر چونک پڑا اور کہا پہلے روپے کی راہ لگائیں آگے کو کیا انکار ہے۔ اب میرے ساجھی نہیں مانتے۔ ماما! بیگم صاحب سے خوب سمجھا کر کہہ دینا کہ جہاں سے بن پڑے روپے ادا کریں ورنہ مجھ پر الزام نہیں۔

ماما نے کہا تمہارا روپیہ خدا ہی نکلوائے گا تو نکلے گا۔ بیگم صاحب کہاں سے دیں گی۔ بال بال تو قرضدار ہو رہی ہیں۔ مودی الگ جان کھاتا ہے۔ بزاز جدا غل مچاتا ہے۔

ہزاری مل نے کہا مجھ کو دوسرے قرضخواہوں سے کیا واسطہ؟ ہماری دُکان کا حساب تو بیگم صاحب کو بیباق کرنا ہی پڑے گا۔ میں تو بیگم صاحب کی سرکار کا بڑا لحاظ کرتا ہوں لیکن میرا ساجھی چھدامی لال تو نہیں مانتا وہ اگر یہ حال سُن پائے تو آج نالش کر دے۔

ماما نے کہا۔ یہ سب حال بیگم صاحب سے کہنے کو کہہ میں دوں گی لیکن گھر کا ذرا ذرا حال مجھ کو معلوم ہے۔ نالش کرو یا فریاد کرو نہ روپیہ ہے نہ دینے کی گنجائش۔ روپیہ ہوتا تو قرض کیوں لیا جاتا؟

اتنی باتوں کے بعد ماما عظمت ہزاری مل سے رخصت ہو سودا سلف لیکر گھر میں آئی تو محمد کامل کی ماں نے پوچھا۔ ماما! تو بازار جاتی ہے تو ایسی بیفکر ہو جاتی ہے کہ کھانے پکانے کا کچھ خیال تجھ کو نہیں رہتا۔ دیکھ تو کتنا

دن چڑھا ہے۔ اب کس وقت گوشت چڑھے گا۔ کب پکے گا۔ کب کھانا ملیگا۔

ماما نے کہا۔ بیوی موئے ہزاری مل کے جھگڑے میں اپنی دیر ہو گئی وہ جان ہار ہر روز مجھ کو آتے جاتے ٹوکا کرتا ہے۔ آج میری جان جل گئی اور میں نے کہا کہ "کیا تو نے مجھ سے روز کی چھیڑ خانی مقرر کی ہے۔ کیوں مرا جاتا ہے۔ ذرا صبر کر۔ لاہور سے خرچ آنے دے تو تیرا اگلا پچھلا سب حساب کتاب بیباق ہو جائیگا۔ وہ موا تو میرے سر ہو گیا اور بھرے بازار میں مجھ کو فضیحت کرنے لگا۔

محمد کامل کی ماں نے کہا ہزاری مل کو کیا ہو گیا ہے وہ تو ایسا نہ تھا آخر برسوں سے ہمارا اُس کا لین دین ہے۔ سویرے بھی دیا ہے دیر کر کے بھی دیا ہے کبھی اُس نے تکرار نہیں کی۔

ماما نے کہا جوی کوئی اور مہاجن دُکان میں ساجھی ہوا ہے۔ اُس موے نے جلدی مچا رکھی ہے۔ جس جس پر لینا تھا سب سے کھڑے کھڑے وصول کر لیا۔ جس نے نہیں دیا نالش کر دی۔ ہزاری مل نے کہا ہے کہ "بیگم صاحب سے بہت بہت ہاتھ جوڑ کر میری طرف سے کہہ دینا کہ میرا اس میں کچھ بس نہیں جس طرح ہو سکے دو چار دن میں روپیہ کی راہ لگا دیں ورنہ چھدامی لال ضرور نالش کر دے گا۔

اس خبر کے سننے سے محمد کامل کی ماں کو سخت تردد پیدا ہوا امیر بیگم اُن کی چھوٹی بہن بیرم خاں کے ترا ہے میں رہتی تھی اور وہ ذرا

خوش حال تھی۔

محمد کامل کی ماں نے ماما عظمت سے کہا کہ ماما لاہور سے تو خط کا جواب تک نہیں آتا۔ خرچ کی کیا اُمید ہے۔ اگر سچ مچ ہزاری مل نے نالش کر دی تو کیا ہوگا۔ میرے پاس تو اتنا اثاثہ بھی نہیں کہ بیچ کر ادا کر دوں گی اور نالش ہو... پر دینا بعزتی ہے۔ نام تو تمام شہر میں بد ہوگا۔ ڈولی لے آؤ میں امیر بیگم کے پاس جاتی ہوں۔ دیکھوں اگر وہاں کوئی صورت نکل آئے۔

ماما بولی۔ بیوی! نالش تو ہوئی رکھی ہے۔ جس نے منہ سے کہا اُس کو کرتے کیا دیر لگتی ہے اور چھوٹی بیگم صاحب بیچاری کے پاس کہاں سے روپیہ آیا وہ تو ان دنوں خود حیران ہیں۔

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ آخر پھر کچھ کرنا تو پڑے گا؟

ماما نے پاس جا کر چپکے سے کہا کہ مہینہ بھر کے واسطے تمیز دار بہو اپنے کڑے دیتیں تو بات رہ جاتی۔ بالفعل ان کڑوں کو گروی رکھ کر آدھے تہائی ہزاری مل کے بھگت جاتے۔ مہینے بھر میں یا تو میاں خرچ بھیج دیتے یا میں کسی اور مہاجن سے لے آتی۔

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ اری تو کوئی دیوانی ہے۔ خبردار ایسی بات منہ سے بھی مت نکالنا۔ اگر رہنے کا مکان تک بھی بک جائے تو مجھ کو منظور ہے لیکن بہو سے کہنے کا منہ نہیں۔

ماما نے کہا بیوی میں نے تو اس خیال سے کہا کہ بہو ہوئی، بیٹی

ہوئی کچھ غیر نہیں ہوتیں۔ اور کیا خدا نہ کرے رہن ڈالنے کی نیت ہے مہینہ بھر کا واسطہ ہے۔ چیز صندوقچہ میں نہ پڑی رہی مہاجن کے پاس رکھی رہی جس میں اُس کی خاطر جمع رہے۔

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ پھر بھی بہو اور بیٹی میں بڑا فرق ہوتا ہے اور نئی بیاہی ہوئی سے بھلا کوئی ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ دیکھ خبردار! پھر زبان سے یہ بات مت نکالیو۔ ایسا نہ ہو محمودہ کے کان پڑ جائے اور وہ بہو سے جا لگائے۔

ماما نے کہا۔ صاحبزادی ابھی کھڑی ہوئی سن رہی تھیں مگر وہ بچہ ہیں ابھی اُن کو ان باتوں کی سمجھ نہیں۔

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ ڈولی لے آؤ۔ میں بہن تک جاؤں تو سہی پھر جیسی صلاح ٹھہرے گی دیکھا جائے گا۔

CH. 12

محمد کامل کی ماں تو سوار ہو کر خانم کے بازار کو سدھاریں اور محمودہ نے سب حال تمیز دار بہو کو جا سنایا۔

اصغری کو اور کچھ تو نہ سوجھی فوراً اپنے بڑے بھائی خیر اندیش خاں کو یہ خط لکھا کہ:-

اصغری کا خط

جناب برادر صاحب معظم مکرم سلامت

تسلیمات کے بعد مطلب ضروری عرض کرتی ہوں کہ مدت سے میں نے اپنا

حال آپ کو نہیں لکھا اس واسطے کہ جو عریضہ جناب والد کی خدمت میں بھیجتی ہوں وہ آپ کی نظر سے بھی ضرور گزرتا ہوگا؟

اب ایک خاص بات ایسی پیش آئی ہے کہ اُس کو میں آپ ہی کی خدمت میں عرض کرنا مناسب سمجھتی ہوں وہ یہ ہے کہ جب سے میں سسرال آئی کسی طرح کی تکلیف مجھ کو نہیں پہنچی اور بڑی آپا کو جن باتوں کی شکایت رہا کرتی تھی۔ آپ کی دعا سے وہ باتیں میرے ساتھ نہیں ہیں۔ سب لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں خوش رہتی ہوں لیکن ایک ماما عظمت کے ہاتھوں سے وہ ایذا ہے جو کسی بدمزاج ساس اور بدزبان نند سے بھی نہ ہوتی۔ یہ عورت اس گھر کی پُرانی ماما ہے اور اندر باہر کا سب کام اسی کے ہاتھوں میں ہے اس عورت نے گھر کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیا۔ اب اتنا قرض ہوگیا ہے کہ اس کے ادا ہونے کا سامان نظر نہیں آتا کسی طرح کا بندوبست گھر میں نہیں ہے۔ میں نے چند روز معمولی کاروبار خانہ داری میں دخل دیا تھا تو ہر چیز میں غبن ہر بات میں فریب پایا گیا۔ میری روک ٹوک سے ماما میری دشمن ہوگئی اور اُس دن سے ہر روز تازہ فساد کھڑا کئے رہتی ہے۔

ابتک ہر چند کوئی قباحت کی بات پیدا نہیں ہوئی۔ لیکن اس ماما کا رہنا مجھ کو سخت ناگوار ہے مگر اس کا نکلنا بھی بہت دشوار ہے تمام بازار کا قرض اسی کی معرفت ہے موقوفی کا نام سُن پائے تو قرضخواہوں کو جا بھڑکائے۔ پھر قرض کا نہ حساب ہے نہ کتاب ہے۔ زبانی تکوں پر سب لینا

دینا ہو رہا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ سب لوگوں کا حساب کتاب ہو کر لکھا پڑھی ہو جائے اور بقدر مناسب ہر ایک کی قسط مقرر کر دی جائے اور قرض لینے کا دستور آئندہ کے واسطے موقوف ہو اور ماما نکال دی جائے،

یقین ہے کہ جناب والد صاحب کے ساتھ آپ بھی رمضان میں تشریف لائیں گے۔ میں چاہتی ہوں "آپ مہربانی فرما کر لاہور ہو کر آئیے۔ اور ابا جان[1] کو جس طرح بن پڑے کم سے کم دو ہفتہ کے واسطے اپنے ساتھ لیتے آئیے۔ آپ سب لوگوں کے سامنے یہ معاملہ بخوبی طے ہو جائے گا۔

میں اس خط کو سخت تشویش کی حالت میں لکھ رہی ہوں۔ کوئی مہاجن آمادۂ نالش ہے۔ ماما نے صلاح دی ہے میرے کڑے گروی رکھے جائیں۔ اماں جان[2] روپے کے بندوبست کے واسطے اسی وقت خالہ جان کے پاس گئی ہیں۔ فقط

اِدھر تو اصغری نے بھائی کو خط لکھا اور اُدھر اپنی خالہ سے کہلا بھیجا کہ "میں اکیلی ہوں۔ بوا تماشا خانم کو دو دن کے واسطے بھیج دیجئے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آپ کے ہاں مہمان آئی ہوئی ہیں"

غرض شاموں شام بی تماشا خانم آ پہنچیں۔ ڈولی سے اُترتے ہی پکاریں "اللہ بی اصغری! ایسا بھی کوئی بیمروت نہ ہو۔ میں نے خالو ابا کا خط تم سے منگوا بھیجا تھا۔ تم نے نہ دیا"

اصغری نے کہا۔ اُوئی۔ کون مانگنے آیا تھا؟

---

[1] اس سے اصغری نے اپنے سسر کو مراد لیا ہے [2] میری ساس

تماشا خانم بولی۔ دیکھو یہی ماما عظمت موجود ہیں۔ کیوں بی؟ اُس جمعہ کو تم ہمارے گھر گئی تھیں۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا یا نہیں؟

عظمت بولی۔ ہاں بی، اُنھوں نے تو کہا تھا۔ مجھ کمبخت کو بات یاد نہیں رہتی۔ یہاں آنے تک گھر کے دھندے میں بھول گئی۔

اصغری نے آہستہ سے کہا۔ ہاں تم کو تو لوٹنا اور فساد ڈلوانا یاد رہتا ہے اور تماشا خانم سے کہا خط موجود ہے اور ایک نئی کتاب بھی آئی ہے بڑے مزے کی باتیں اُس میں ہیں۔ وہ بھی تم لیتی جانا۔

اصغری نے ماما کا سب حال ذرا ذرا تماشا خانم سے کہا۔

"تماشا خانم مزاج کی بڑی تیز تھی اسی وقت جوتی لیکر اٹھی اور ماما کو مارنے چلی" اصغری نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا اور کہا "خدا کے لیے آپا ایسا غضب مت کرنا۔ ابھی جلدی مت کرو۔ سب بات بگڑ جائے گی۔

تماشا خانم نے کہا تم یوں ہی پس و پیش لگا کر اپنا دقر کھوتی ہو۔ بوا! اگر میں تمھاری جگہ ہوتی۔ خدا کی قسم مُردار کو مارے جوتیوں کے ایسا سیدھا بناتی کہ عمر بھر یاد رکھتی۔

اصغری نے کہا۔ دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ اس نمک حرام پر خدا کی مار پڑے گی کوئی دن کی دیر ہے۔

اس کے بعد تماشا خانم نے پوچھا۔ تمھاری ساس اپنی بہن کے ہاں کس غرض سے گئی ہیں؟

اصغری نے کہا۔ وہ بیچاری بھی اسی نامراد ماما کے ہاتھوں دربدر ماری ماری پھرتی ہیں۔ کوئی مہاجن ہے اس کا کچھ دینا ہے۔ ماما نے آج آکر کہا تھا کہ وہ نالش کرنے والا ہے۔ اُسی کے روپے کی فکر میں گئی ہیں۔

تماشا خانم نے پوچھا۔ کون سا مہاجن نالش کرنے والا ہے؟

اصغری نے کہا۔ نام تو نہیں جانتی۔

تماشا خانم نے ماما سے پوچھا۔ عظمت! کون مہاجن ہے؟

عظمت نے کہا۔ بیوی! ہزاری مل۔

تماشا خانم نے کہا۔ وہی ہزاری مل نا۔ جس کی دکان جوہری بازار میں ہے۔

عظمت نے کہا۔ ہاں بیوی ہاں۔ وہی ہزاری مل۔

تماشا خانم نے کہا۔ اُس سے تو ہماری سسرال میں بھی لین دین ہے بھلا کیا مُوئے کی طاقت ہے جو نالش کرے گا۔ میں یہاں سے جا کر تمھارے بھائی جان سے کہوں گی۔ دیکھو تو کیسا ٹھیک بناتے ہیں۔

دو دن تماشا خانم، اصغری کے پاس رہی۔ تیسرے دن رخصت ہوئی اور چلتے چلتے کہہ گئی کہ بوا اصغری تم کو میرے سر کی قسم جب تمھارے سسرے آویں اور یہ سب معاملہ مقدمہ پیش ہو۔ مجھ کو ضرور بلوانا اور عظمت کو مجھے حوالہ کر دینا۔

وہاں محمد کامل کی ماں کو ان کی بہن نے ٹھہرا لیا کہ آے ہے آپا! کبھی

کبھا، تو تم آئی ہو بھلا ایک ہفتہ تو رہو" لیکن آدمی ہر روز یہاں تقاضے دار بہو کی ۔ کو آتا تھا۔

ماما عظمت نے بیٹھے بٹھائے ایک اور شرارت کی۔

اُن دنوں لاٹ صاحب کی آمد آمد تھی شہر کی صفائی کے واسطے حاکم کی طرف سے بہت تاکید ہوئی ہر محلہ اور ہر کوچہ میں اشتہار لگائے گئے کہ سب لوگ اپنے اپنے کوچے اور گلیاں صاف کریں۔ دروازوں پر سفیدی کرائیں صاف رکھیں۔ اگر کسی جگہ کوڑا پڑا ملے گا تو مکان نیلام ہو جائے گا۔

اسی مضمون کا ایک اشتہار اس محلّے کے پھاٹک پر بھی لگایا گیا[1] ماما عظمت رات کو جا کر محلّے کے پھاٹک سے وہ اشتہار اکھاڑ لائی اور چپکے سے اپنے دروازے پر لگا دیا۔ پھر اندھیرے مُنہ خانم کے بازار میں محمدؐ کامل کی ماں سے خبر کرنے دوڑی گئی۔ ابھی مکان کے کواڑ بھی نہیں کھلے تھے کہ اُس نے آواز دی۔ محمدؐ کامل کی ماں نے آواز پہچانی اور کہا کہ ارے دوڑو! کواڑ کھولو۔ عظمت ایسے ناوقت کیوں بھاگی آئی ہے؟

عظمت سامنے آئی تو پوچھا، ماما خیریت ہے؟

عظمت بولی۔ بیوی! مکان پر اشتہار[1] یا اشتار کیا ہوتا ہے، لگا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاری مل نے نالش کر دی۔

محمدؐ کامل کی ماں نے اپنی بہن سے کہا لو بُوا میں تو جاتی ہوں،

[1] اشتہار ۱۲

جاؤں، ہزاری مل کو بلواؤں گی اور سمجھاؤں گی۔ خدا اُس کے دل میں رحم ڈالے۔

بہن بولی، آپا میں بہت شرمندہ ہوں کہ مجھ سے دو پیسے کا بندوبست نہ ہو سکا لیکن میرے گلے کا توڑا موجود ہے اس کو لیتی جاؤ اگر وہیں رکھنے سے کام نکلے تو خیر ورنہ بیچ ڈالنا۔

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ خیر میں توڑا لیے جاتی ہوں مگر اُس کا روپیہ بہت بڑھ گیا ہے ایک توڑے سے کیا ہوگا؟

بہن بولی۔ کہ آخر انھوں[1] نے بھی تو کہا ہے کہ میں کسی دوسرے مہاجن سے قرض لا دوں گا۔ تم بسم اللہ کر کے سوار ہو۔ وہ آتے ہیں تو میں اُن کو بھی پیچھے سے بھیجتی ہوں۔

غرض محمد کامل کی ماں مکان پر پہنچی۔ دروازہ پر اتری تو اشتہار لگا دیکھا۔ افسوس کی حالت میں چُپ آ کر بیٹھ گئی۔ ساس کی آمد سُن کر اصغری کوٹھے پر سے اُتری۔ سلام کیا۔

ساس کو مغموم دیکھ کر پوچھا۔ آج اماں جان تمھارا چہرہ بہت اُداس ہے،

ساس نے کہا۔ ہاں۔ مہاجن نے نالش کر دی ہے۔ روپیہ کی صورت کہیں سے نہیں بن پڑتی۔ امیر بیگم نے بھی جواب دیا اور مکان پر اشتہار لگ چکا ہے۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

[1] میرے شوہر یعنی تمھارے بہنوئی

اصغری نے کہا۔ آپ ہرگز اس کی فکر نہ کیجئے۔ اگر ہزاری مل نے نالش کر دی ہے تو کچھ حرج نہیں۔ تماشا خانم کی سسرال میں اُس کا لین دین ہے۔ تماشا خانم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ "میں ہزاری مل کو سمجھا دوں گی اور اگر نہیں مانے گا تو اس کے روپیہ کی کچھ سبیل ہو جائیگی" رنج کرنے سے کیا حاصل؟

ساس نے کہا۔ کامل ہوتا تو میں اُس کو ہزاری مل تک بھیجتی۔

اصغری بولی۔ یوں آپ کو اختیار ہے لیکن میرے نزدیک مہاجن سے ڈرنا کسی طرح مناسب نہیں ورنہ اُس کو آئندہ کے واسطے دلیری ہو جائے گی اور آئے دن نالش کا ڈراؤ دکھایا کرے گا۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ ادھر کا اشارہ نہ ہو اور باہر سے کوئی دباؤ اس پر پڑ جائے کہ وہ نالش کی پیروی سے باز رہے۔

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ تماشا خانم ابھی لڑکی ہیں۔ کچہری دربار کی باتیں وہ کیا جانیں۔ ایسا نہ ہو اُن کے بھروسہ میں کام بگڑ جائے اور قابو ہاتھ سے نکل جائے۔

اصغری نے کہا۔ تماشا خانم بیشک لڑکی ہیں مگر میں نے بات خوب پکی کر لی ہے اور مجھ کو اطمینان ہے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میاں مسلم[1] نے دروازے پر آواز دی۔

[1] تماشا خانم کے بھائی

اصغری نے کہا۔ دیکھئے مُسلم آیا۔ ضرور اس معاملہ میں کچھ خبر لایا ہوگا۔ اصغری نے محمودہ کو اشارہ کیا۔ محمودہ کوٹھری میں ہٹ گئی مُسلم کو اندر بلایا اور پُوچھا۔ مُسلم کیا خبر لائے؟

مُسلم نے کہا۔ آپا نے تم کو سلام کہا ہے اور مزاج کا حال پوچھا ہے اور کہا ہے کہ ہزاری مل کو بلوایا تھا۔ بہت کچھ ڈرا اور دھمکا دیا ہے۔ اور اس نے وعدہ کر لیا ہے کہ نالش نہ ہوگی۔

یہ بات سُن کر محمد کامل کی ماں کو کسی قدر تسلی ہوئی لیکن اصغری حیرت میں تھی کہ تماشا خانم نے تو یہ کہلا بھیجا ہے اور ہزاری مل نالش کر بیٹھا۔ یہ کیا بات ہے! اور اشتہار کا معاملہ بھی عجب ہے میں گھر میں بیٹھی رہی مجھ کو خبر نہیں۔ حاکم کا اشتہار ہوتا ہے تو کوئی چپراسی پیادہ پکارتا۔ آواز دیتا۔

CH. 13

مسلم رخصت ہوا تو محمودہ سے اصغری نے کہا جاؤ۔ دروازے پر جو کاغذ لگا ہوا ہے اُس کو چپکے سے اکھاڑ لاؤ۔

محمودہ کاغذ اکھاڑ لائی۔

اصغری نے پڑھا تو صفائی کا حکم تھا۔ نالش کا کچھ مذکور نہ تھا۔ سمجھ گئی کہ یہ بھی اس عظمت کی چالاکی ہے۔

ساس پر تو یہ حال ظاہر نہ کیا لیکن اچھی طرح اُن کا اطمینان کر دیا کہ آپ دلجمعی سے بیٹھی رہئیے۔ نالش کا کچھ ڈر نہیں ہے۔

ساس نے کہا تمہارے کہنے سے نالش کی طرف سے دلجمعی تو ہوئی

لیکن شب برات اور رمضان سر پر چلا آتا ہے۔ دونوں تہواروں میں خرچ ہی خرچ ہے۔ لاہور سے خط آنا بھی موقوف ہے۔ اس کی فکر تو میرا لہو خشک کئے ڈالتی ہے۔

اصغری نے کہا رمضان کے تو ابھی بہت دن پڑے ہیں۔ خدا مسبب الاسباب ہے۔ اُس وقت تک غیب سے کوئی سامان پیدا ہو جائیگا' ہاں۔ شب برات کے چار ہی دن رہ گئے سو شب برات کوئی ایسا تہوار نہیں جس میں بہت خرچ درکار ہو۔

ساس نے کہا میرے گھر نو سال در سال شب برات میں بیس روپے اٹھتے ہیں۔ پھوپھی عظمت خرچ کرنے والی موجود ہیں۔

اصغری نے کہا خرچ کرنے کا کیا عجب ہے لیکن ایک ضرورت کے واسطے ایک بے ضرورت۔ سو شب برات میں کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کے واسطے اتنا روپیہ درکار ہو۔

ساس نے کہا۔ بوا' پیر پیغمبر بزرگوں کی فاتحہ مقدم ہے۔ پھر لوگوں کے گھر بھیجنا بھجوانا ضرور ہے اور کہنے کو ذرا سی بات ہے۔ پانچ روپے ہوں تو اصل خیر سے تمھارے میاں اور بی محمودہ کے واسطے انار پٹاخے ہوں محمد کامل کا بیاہ ہو گیا تو کیا ہے۔ خدا رکھے اس کے مزاج میں تو ابھی تک بچپن کی باتیں چلی جاتی ہیں۔ جب تک سو انار نہیں گڈی پٹاخے نہ لیچکے گا میری جان کھا جائیگا اور محمودہ بھی رو رو کر اپنا حال برا کرے گی۔

اصغری نے کہا۔ فاتحہ کے واسطے پانچ سیر کا میٹھا بہت ہوگا۔ بھیجنا بھجوانا تو ادھر سے آیا اُدھر گیا اور محمودہ اب پٹاخوں کے واسطے ضد نہیں کریں گی۔ اُن کو میں سمجھا دوں گی۔ غرض شب برات کا اہتمام میں جس طرح ہو سکے گا کر لوں گی۔ میرا ذمہ' اس کے واسطے آپ قرض کی فکر نہ کیجئے۔

ساس سے تو یہ باتیں ہوئیں لیکن اصغری سوچ میں تھی کہ میاں کو انار پٹاخوں سے کس طرح باز رکھے۔ آخر کار اس حکمت سے اصغری نے میاں کو[1] سمجھایا کہ بات بھی کہہ گزری اور میاں کو ناگوار بھی نہ ہوا۔

محمد کامل کے سامنے چھیڑ کر محمودہ سے پوچھا۔ کیوں بوا! تم نے شب برات کے واسطے کیا فکر کی؟

محمودہ بولی۔ بھائی جب انار پٹاخے لائیں گے ہم کو بھی دیں گے ابھی محمد کامل کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ اصغری نے کہا۔ بھائی تو ایسی واہیات چیز تمھارے واسطے کیوں لانے لگے؟ محمودہ! انار پٹاخوں میں کیا مزہ ہوتا ہے؟

محمودہ نے کہا۔ بھابی جان! جب انار پٹاخے چھوٹتے ہیں تو کیسی بہار ہوتی ہے۔

اصغری نے کہا۔ محلے میں سیکڑوں انار چھوٹیں گے۔ کوٹھے پر سے تم بھی دیکھ لینا۔

---

[1] اپنے شوہر محمد کامل۔

محمودہ نے کہا "واہ ہم نہ چھوڑیں"؟

اصغری نے کہا۔ تم کو ڈر نہیں لگتا؟

محمودہ بولی۔ میں کیا اپنے ہاتھ سے چھوڑتی ہوں؟

اصغری نے کہا۔ پھر جس طرح تم نے اپنے گھر کے اندر چھوٹتے دیکھے ویسے ہی محلے کے، اور محمودہ سنو، یہ بہت بُرا کھیل ہے۔ اس میں جلنے کا خوف ہے۔ ایک مرتبہ ہمارے محلے میں ایک لڑکے کے ہاتھ میں انار پھٹ گیا دونوں آنکھیں پھوٹ کر چوپٹ ہوگئیں۔ اس کو دیکھنا بھی ہو تو دُور سے اور محمودہ تم اماجان کا حال دیکھتی ہو، اُداس ہیں یا نہیں؟

محمودہ نے کہا۔ اُداس تو ہیں۔

اصغری نے پوچھا۔ کبھی تم نے یہ بھی غور کیا کہ کیوں اُداس ہیں؟

محمودہ نے کہا۔ یہ تو معلوم نہیں۔

اصغری بولی۔ واہ اسی پر تم کہتی ہو کہ "میں اماں کو بہت چاہتی ہوں"۔

محمودہ نے پوچھا۔ اچھی بھابی جان! اماں جان کیوں اُداس ہیں؟

اصغری نے کہا۔ خرچ کی تنگی ہے، مہاجن قرض نہیں دیتا اس سوچ میں ہیں کہ محمودہ اناروں کے واسطے ضد کرے گی تو کہاں سے منگا کر دوں گی؟

محمودہ نے کہا۔ تو ہم انار نہیں منگائیں گے۔

اصغری نے کہا۔ شاباش شاباش۔ تم بہت پیاری بہن ہو۔

اور محمودہ کو گلے لگا کر پیار کیا۔

محمد کامل چپ بیٹھا ہوا یہ سب باتیں سنتا رہا۔ چونکہ معقول بات تھی اُس کے دل نے قبول کر لی اور اُسی وقت نیچے اُتر کر ماں کے پاس گیا اور کہا "اماں! میں نے سُنا ہے تم شب برات کے سوچ میں بیٹھی ہو تو بی! میری فکر مت کرو مجھ کو انار پٹاخے درکار نہیں اور محمودہ بھی کہتی ہے کہ میں نہیں منگاؤں گی"۔

غرض خرچ کی ایک رقم تو یوں کم ہوئی۔ فاتحہ کے واسطے دو روپے میں خاصہ میٹھا بن گیا۔ بھیجنے کے واسطے اصغری نے خود اہتمام کیا۔ جب باہر سے حصّہ آیا گھر میں نہ ٹھہرنے دیا۔ دے کر آدمی باہر نکلا اور اُس نے کہا کہ فلانی جگہ یہ حصّہ پہنچا دو۔ جس جس کو دینا تھا سب کو نام بنام پہنچ گیا اور دو روپے میں خاصی شب برات ہوگئی۔

عظمت یہ بندوبست دیکھ کر جل گئی اس واسطے کہ اُس کی بڑی رقم ماری گئی۔ جتنا باہر سے آتا یہ وہ سب لیتی اور جو گھر سے جاتا آدھا اس میں سے نکالتی اور شب برات کا حلوا جو خشک کر رکھتی تھی مہینوں پنجیری کی طرح پھانکتی۔

CH. 14

شب برات کے بعد اصغری کے باپ کی آمد شروع ہوئی۔ اور دو دس دن بات کی بات میں گزر گئے۔ رمضان سے چار دن پہلے دُور اندیش خاں صاحب دہلی داخل ہوئے۔ اصغری نے پہلے سے

اپنے باپ کی آمد سُنا رکھی تھی اور ساس اور میاں سے ٹھہر گیا تھا کہ جس دن تحصیلدار صاحب آئیں گے اُسی دن میں اُن سے ملنے جاؤں گی جب اصغری کو باپ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی فوراً دولی منگا جا پہنچیں۔ باپ نے گلے سے لگا لیا اور آبدیدہ ہوئے۔ دیر تک حال پوچھتے بتاتے رہے اور اصغری سے کہا: آپ کے حکم کے مطابق خیر اندیش خاں لاہور گئے ہیں اور انشاء اللہ کل یا پرسوں سمدھی صاحب کو لیکر داخل ہوں گے۔ اُن کا ایک خط بھی مجھ کو راہ میں ملا تھا۔ سمدھی صاحب کو رخصت مل گئی ہے۔

غرض رات بھر اور اگلے دن بھر اصغری اپنی ماں کے یہاں رہی اور شام کے قریب باپ سے کہا کہ اگر اجازت فرمایئے تو آج میں چلی جاؤں۔

باپ نے کہا۔ ابھی ایک ہفتہ تو رہو۔ ہم سمدھن کو کہلا بھیجیں گے۔

اصغری نے کہا۔ جیسا آپ ارشاد فرما دیں میں تعمیل کروں۔ لیکن ابا جان[1] کے آنے سے پہلے گھر میں موجود رہنا مصلحت معلوم ہوتا ہے۔

باپ نے سوچ سمجھ کر کہا۔ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔

غرض اصغری باپ سے رخصت ہو مغرب سے پہلے گھر آموجود ہوئی اگلے دن عین کھانے کے وقت محمّد کامل کے باپ مولوی محمد فاضل صاحب بھی یکایک آموجود ہوئے۔

یہ مولوی صاحب لاہور کے رئیس کی سرکار میں مختار تھے پچاس روپیہ

[1] اپنے سسر (محمّد کامل کے باپ)

مہینہ تنخواہ مقرر تھی اور مکان اور سواری رئیس کے ذمہ۔

خیر اندیش خاں اصغری کی تحریر کے مطابق لاہور گیا اور اصغری کا خط مولوی محمّد فاضل صاحب کو دکھایا۔ مولوی صاحب بہو کا خط دیکھ کر باغ باغ ہو گئے اور یوں شاید رخصت نہ بھی لیتے اب بہو کے دیکھنے کے اشتیاق میں رئیس سے بہت کہہ سُن کر ایک مہینے کی رخصت لے خیر اندیش کے ساتھ ہو لئے۔

چونکہ اصغری بیاہ کے بعد سُسر کے سامنے نہیں ہوئی تھی، سُسرے کو آتے دیکھ شرم کے سبب کوٹھے پر جا بیٹھی۔ محمد کامل کی ماں حیرت میں تھی کہ یہ کیونکر آ گئے۔

غرض کھانے پینے کے بعد باتیں شروع ہوئیں۔ مولوی صاحب نے بیوی سے کہا کہ "سنو صاحب! مجھ کو تو تمھاری چھوٹی بہو نے کھینچ بُلایا ہے۔ اور سب حال خط کا اور خیر اندیش خاں کے جانے کا بی بی سے بیان کیا اور کہا کہ بہو کو بلاؤ۔

ساس کوٹھے پر گئیں اور کہا بیٹی چلو، شرم کی کیا بات ہے؟ تم تو اُن کی گودیوں میں کھیلی ہو۔

ساس کے کہے سے اصغری اٹھ کر ساتھ ہو لی اور سُسرے کو بہت ادب سے سلام کیا اور بیٹھ گئی۔

مولوی صاحب نے کہا سُنو بھائی ہم تو صرف تمھارے بُلا ے

آئے ہیں اور تمھارا خط دیکھ کر ہمارا جی بہت خوش ہوا اور خدا تمھاری عُمر اور نیک بختی میں برکت دے۔ اور حقیقت میں ہمارے گھر کے اچھے نصیب ہیں جو تم ہمارے گھر میں آئیں اور اب مجھ کو یقین ہوا کہ اس گھر کے کچھ دن پھرے اور کل انشاء اللہ تعالیٰ انتظام تمھاری مرضی اور تمھاری رائے کے موافق ہوگا۔"

غرض دو چار دن تو مولوی صاحب نئے نئے آئے تھے۔ ملنے ملانے میں رہے اور پھر اوّل کے دو چار روز دن میں روزے کے سبب گھر کے کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

ایک دن بہو کو بلا کر پاس بٹھایا اور ماما عظمت کو بُلا کر کہا کہ ماما ہمارے رہتے سب حساب کتاب کر لو۔ جس جس کا لینا دینا ہے سب لکھا دو جس کو جتنا مناسب ہو دیا جائے۔ اور جو باقی رہ جائے اُس کی قسط بندی کر دی جائے۔

ماما نے کہا۔ ایک کا حساب ہو تو میں زبانی بھی یاد رکھوں۔ بنیا، بزاز، قسائی، کنجڑا، حلوائی۔ سب کا دینا ہے اور ہزاری مل کا حساب ایک الگ رقم ہے جس کو جتنا دینا ہو مجھ کو دیجئے۔ دے آؤں۔ آپ کے نام جمع ہو جا دے گا۔

مولوی صاحب تو سیدھے سادے آدمی تھے دینے کو آمادہ ہو گئے، اصغری نے کہا۔ یوں علی الحساب دینے سے کیا فائدہ؟ پہلے ہر ایک

کا قرضہ معلوم ہو تب اُس کو سوچ سمجھ کر دینا چاہئیے۔

ماما نے کہا۔ کھانے سے فراغت ہو جاؤں تو میں ہر ایک پوچھ آؤنگی،

اصغری نے کہا پوچھ آنے سے کیا ہوگا؟ جس کو لینا ہو یہاں آ کر حساب کر جائے۔

ماما نے کہا۔ بیوی! آپ نے تو ایک بات کہدی اب میں کہاں کہوں بُلاتی پھروں؟ اور وہ لوگ اپنے کام دھندے سے کب چھٹی پاتے ہیں جو میرے ساتھ چلے آئیں گے؟

اصغری بولی۔ ماما! کوئی روز روز کا بُلانا نہیں ہے۔ ایک دن کی بات ہے جا کر بلا لاؤ۔ شام کے کھانے کا کچھ بندوبست ہو جائے گا تم آج یہی کام کر و اور لینے والے دینے کا نام سُن کر دوڑیں گے۔ ہزاری مل دو کوس پر کچہری تو گیا۔ یہاں آتے کیا اُس کے پاؤں میں مہندی لگی ہے اور دور کون ہے؟ کنجڑا۔ قسائی۔ بنیا۔ حلوائی۔ سب اسی گلی میں ہیں صرف بزاز اور ہزاری مل دُور ہیں۔ اُن کو کل پر رکھو۔ یہ چکل حساب آج طے ہو جائے۔

ماما عظمت کی کسی طرح مرضی نہ تھی کہ حساب ہو لیکن اصغری نے باتوں میں ایسا دبایا کہ کچھ جواب نہ بن پڑا۔

سب سے پہلے حلوائی آیا۔ پوچھا گیا کہ لالہ تمہارا کیا پانا ہے؟

حلوائی بولا۔ تیئس ۲۳ روپیہ۔

پوچھا گیا کہ کیا کیا چیز تمھارے یہاں سے آئی؟ تیس روپیہ تو بہت زیادہ بتاتے ہو۔

حلوائی نے کہا۔ صاحب! تیس روپیہ کچھ بہت ہے؟ پندرہ روپیہ کی چیز اسی شب برات میں آئی۔ ایک رقم دس سیر چینی ہے۔

محمد کامل کی ماں بولی۔ ارے کیسی چینی! اگلی مرتبہ تو ہمارے گھر جو کچھ پکا پکایا بازار سے نقد آیا۔

یہ سن کر ماما عظمت کا رنگ فق ہو گیا۔ اور حلوائی سے بولی وہ دس سیر چینی تو نے ان کے حساب میں کیوں لکھ لی؟ وہ تو دوسرے گھر کے واسطے میں لے گئی تھی۔ اور تجھ کو بتا بھی دیا تھا۔

حلوائی نے کہا۔ مجھ سے تو تم نے کسی گھر کا نام نہیں لیا۔ اسی سرکار کے نام سے لاتی ہو۔ ورنہ مجھے کیا فائدہ تھا! دوسرے کی چیز ان کے نام لکھتا اور مجھ سے تو اور کسی سرکار سے اُچاپت بھی نہیں ہے۔

غرض ماما کھسیانی باتیں بکنے لگی۔

مولوی صاحب نے کہا۔ بھلا چینی کی رقم تو رہنے دو اور چیزیں چلاؤ

غرض اسی طرح بہت سی چیزیں اُس نے بتائیں جو عمر بھر گھر میں نہیں آئی تھیں۔ چار سیر بالو شاہی مولود شریف کے واسطے اور مزہ یہ کہ یہاں کبھی کسی نے مولود کی محفل نہیں کی۔

غرض صرف چھ سات روپیہ تو سچ نکلے باقی سب جھوٹ۔

مولوی صاحب کا جی جل گیا اور بے طرح اُن کو غصہ آیا۔ پوچھا کیوں ری؟ نمک حرام عظمت! ایسا ہی دنیا بھر کا قرض تو نے اس گھر پر کر رکھا ہے؟ اور یوں تو نے گھر کو خاک میں ملایا ہے؟

حلوائی ہو چکا تو کنجڑا آیا۔ اُس نے کہا۔ میاں! میرا تو معمولی حساب ہے۔ دو آنہ روز کی ترکاری۔

محمد کامل کی ماں بولی۔ ارے سیر بھر ترکاری میرے گھر میں آتی ہے دو آنے روز کی ہوئی؟

کنجڑا بولا۔ حضرت میری دکان سے ماما تین سیر لاتی ہے۔

ماما بولی۔ ہاں تین سیر لاتی ہوں سیر بھر تمھارے نام سے۔ سیر بھر اپنی بیٹی کے واسطے۔ اور سیر بھر دوسرے گھر کے واسطے۔ میں کیا کرتی ہوں۔ یہ موا سب تمھارے نام بتاتا ہے۔

کنجڑے نے کہا۔ اری بڑھیا بے ایمان۔ ہمیشہ سے تو اسی گھر کے حساب میں تین سیر لاتی رہی اور جب روپیہ ملا تو اسی گھر سے ملا۔

قسائی اور بنئے کا حساب ہوا تو اُس میں بھی ہزاروں فریب نکلے اور ثابت ہوا کہ ماما اسی گھر کے سودے میں اپنی بیٹی خیراتن اور دو تین ہمسایوں کے گھر پورے کرتی تھی اور اسی گھر کے نام سے سودا لاتی اور دوسری جگہ بیچ ڈالتی۔ غرض شام تک چھکل حساب ہوا۔

اب صرف بزاز اور پنساری مل باقی رہے۔

مولوی صاحب نے کہا۔ اب آج ملتوی کرو۔ کل دیکھا جائے گا۔
لیکن مولوی صاحب نے آہستہ سے کہا "ایسا نہ ہو عظمت بھاگ جائے۔
اصغری نے کہا۔ گھر بار، لڑکے مکان چھوڑ کر کہاں بھاگ جائے گی؟
ہاں شاید غیر تمند ہو تو کچھ کھا پی لے۔ مگر ایسی غیرت مند ہوتی تو ایسا کام کیوں کرتی؟ تاہم اس کی حفاظت ضرور ہے۔ لیکن فقط اسی قدر کہ باہر آتے جاتے کوئی آدمی دیکھتا رہے۔ مولوی صاحب کے خدمتگار جو ساتھ آئے تھے ایک کو چپکے سے کہدیا کہ ماما کو آتے جاتے دیکھتے رہو۔

CH. 15

جب کھانے سے فراغت ہوئی۔ ماما چپکے سے اُٹھ باہر چلی خدمت گار پیچھے پیچھے ساتھ ہوا۔ ماما۔ پہلے تو اپنے گھر گئی اور وہاں سے کچھ بغل میں مار تیر کی طرح سیدھی بزاز کے مکان پر جا اُس آواز دی۔
بزاز گھبرا کر باہر نکلا کہ بی بی تم اس وقت کہاں؟
عظمت نے کہا۔ مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں۔ جس جس کا باقی ہے۔ سب کا حساب ہوتا ہے۔ کل تم بھی بلائے جاؤ گے تو ایسی بات مت کرنا جس میں میری فضیحت ہو۔
بزاز نے کہا۔ حساب میں تمھاری فضیحت کی کیا بات ہے؟
ماما بولی۔ لالہ تم تو جانتے ہو یہ کمبخت لالچ بہت بُرا ہوتا ہے سرکار کے حساب میں۔ میں اپنے واسطے بھی تمھاری دکان سے کبھی کبھی لٹھا' نین سُکھ درلیں لے گئی ہوں۔

بزاز نے کہا۔ کیا معلوم تم اپنے واسطے کیا لے گئی ہو؟
ماما نے کہا۔ مجھ کو اس وقت حساب کرنے کا تو ہوش نہیں لیکن دو چار تھان دریس اور لٹھے نین سُکھ کے اور دس گز اودا فند میرے حساب میں نکلے گا۔ تو میرے ہاتھ کی چار چوڑیاں سولہ روپیہ کی ہیں گھس گھسا کر ایک روپیہ کم ہو گیا ہوگا۔ پندرہ روپیہ میرے نام سے کم کر دینا اور دو چار روپیہ جو میرے نام کا نکلے گا میں دینے کو موجود ہوں۔
بزاز نے کہا۔ چوڑیاں تم دیتی ہو خیر میں لئے لیتا ہوں لیکن رات کا وقت ہے۔ بہی کھاتہ دکان پر ہے۔ بے دیکھے کیا معلوم ہو گیا ہے اور کیا پانا ہے؟
عظمت نے کہا۔ اس وقت میری عزت تمھارے ہاتھ ہے جس طرح ہو سکے بچاؤ۔
بزاز سے رخصت ہو سیدھی ہزاری مل کے گھر پہنچی۔ وہ بھی حیران ہوا کہ "اس وقت تم کہاں"؟
یہ اُس کے پاؤں پر گر پڑی اور رو کر کہنے لگی کہ مجھ سے ایک خطا ہو گئی ہے۔
ہزاری مل نے کہا وہ کیا؟
عظمت بولی۔ تم وعدہ کرو کہ معاف کر دو گے تو میں کہوں؟
ہزاری مل نے کہا بات تو کہو۔

عظمت نے کہا۔ چار مہینے ہوئے لاہور سے خرچ آیا تھا۔ اور مولوی صاحب نے سو روپیہ تم کو بھیجا تھا وہ میرے پاس خرچ ہو گیا۔ اور سرکار میں ڈر کے مارے ظاہر نہیں کیا۔ اب مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں تم کو حساب کے واسطے طلب کریں گے۔ میں اُس روپیہ کا ٹھکانا لگا دوں گی تم اس رقم کو مت ظاہر کرنا۔

ہزاری مل نے کہا۔ دو چار روپے کی بات ہوتی تو میں چھپا بھی لیتا۔ اکٹھے سو روپے تو میرے کئے چھپ نہیں سکتے۔

ماما نے کہا۔ کیا سو روپے کا بھی میرا اعتبار نہیں؟

ہزاری مل نے کہا۔ صاف بات تو یہ ہے کہ تمھارا ایک کوڑی کا بھی اعتبار نہیں۔ جس گھر میں تم نے عمر بھر پرورش پائی انھیں کے ساتھ تم نے یہ سلوک کیا تو دوسرے کے ساتھ تم کب چوکنے والی اسامی ہو۔

عظمت نے کہا۔ ہاں لالہ جب بُرا وقت سر پر پڑتا ہے تو اپنے دشمن ہو جاتے ہیں۔ خیر اگر تم کو اعتبار نہیں تو لو یہ میری بیٹی کی پہنچیاں اور جوشن رکھ لو۔

ہزاری مل نے کہا۔ ہاں یہ معاملہ کی بات ہے۔ لیکن دن ہو تو مال پرکھا جائے۔ تب معلوم ہو کتنے کا ہے لیکن اٹکل سے تو سب مال پچاس ساٹھ کا ہو گا۔

عظمت نے کہا۔ اے ہے۔ لالہ ایسا غضب تو مت کرو ابھی چار مہینے

ہوئے دونوں عدد بنوائے تھے۔ سو سوا سو[۱۲۵] کی لاگت کے ہیں۔

ہزاری مل نے کہا۔ اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟ تمھاری چیز سو کی ہو یا دو سو کی۔ کوئی نکالے لیتا ہے! تلوانے سے جتنے کی ٹھہرے معلوم ہو جائے گا۔

یہ سب بند و بست کر کے ماما گھر واپس آئی اور مولوی صاحب کے خدمتگار نے پاؤں دباتے میں یہ سب حال مولوی صاحب سے بیان کیا اور محمد کامل کی ماں کے ذریعے سے اصغری کو بھی معلوم ہوا۔

صبح ہوئی تو بزاز اور ہزاری مل طلب ہوئے۔ حساب میں کچھ حجت ہونے لگی۔

ماما چڑھ چڑھ کر بولتی تھی۔

بزاز نے کہا۔ تو بڑھیا کیا بڑبڑ کرتی ہے۔ اٹھا اپنی چوڑیاں۔ تو تو پندرہ روپے کی بتاتی ہے۔ بازار میں نو روپے کی آ سکتے ہیں۔

پھر ہزاری مل نے پہنچیاں اور جوشن نکال کر سامنے رکھ دیے اور عظمت سے کہا۔ نہیں صاحب یہ مال ہمارے کام کا نہیں۔

مولوی صاحب نے بزاز اور ہزاری مل دونوں سے پوچھا۔ کیوں بھائی یہ کیسی چیزیں ہیں؟

تب دونوں نے رات کی حکایت بیان کی اور عظمت کے منہ پر گویا لاکھوں جوتیاں پڑ رہی تھیں۔

جب حساب طے ہوگیا اور مولوی صاحب نے دینے کو روپیہ نکالا جتنا واجبی تھا آدھا آدھا سب کو دیدیا اور کہا کہ "میں نے لاہور سے روپیہ منگایا ہے دس پانچ دن میں آتا ہے تو باقی بھی دیا جائے گا"

سب لوگوں نے پوچھا اور ماما کی طرف جو ہمارا نکلتا ہے وہ ہم کس سے لیں؟

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ مسلم مکتب سے جاتے ہوئے ادھر کو نکلا اور یہ باتیں سنتا گیا۔ وہاں جاکر تماشا خانم سے کہا کہ "آج تو آپا اصغری کے دروازے پر بڑی بھیڑ جمع ہے۔ اُن کے سسرے حساب کر رہے ہیں"

تماشا خانم سننے کے ساتھ ڈولی میں چڑھ آ پہنچی۔ اُتری تو اصغری سے شکوہ کیا۔ "کیوں جی؟ تم نے مجھ کو خبر نہ کی تو کیا ہوا"؟

اصغری نے کہا۔ ابھی تو حساب درپیش ہے۔ یہ بکھیڑا ہو چکتا تو میں تم کو خبر کرتی۔

غرض مولوی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ جو ماما سے لینا ہے وہ ماما سے لو۔ اور عظمت کی طرف متوجہ ہو کر بولے "حضرت ان کا روپیہ ادا کرو۔

عظمت نے نیچی آنکھیں کر کے کہا۔ میرے پاس بیٹی کا زیور ہے اسی میں یہ لوگ اپنا اپنا سمجھ بوجھ لیں۔

بیٹی کا تمام زیور تو کنجڑے۔ قسائی۔ بنئے۔ بزاز کے حساب میں آدھے داموں پر لگ گیا۔ ہزاری مل کے تنو روپے کے واسطے رہنے کا ٹھیکرا گروی رکھنا پڑا۔ لکھا پڑھی ہونے کا عذر پہ ہو کر چار بھلے مانسوں کی گواہی ہو گئی

مولوی صاحب نے عظمت سے کہا۔ بس اب آپ خیر سے سدھاریے تم ایسی نمک حرام، دغاباز، بے ایمان آدمی کا ہمارے گھر میں کچھ کام نہیں

اصغری نے کہا۔ ان میں نمک حرامی کے علاوہ ایک صفت اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ گھر میں فساد ڈلوانے کی فکر میں تھیں

کیوں عظمت! وہ کڑھائی کی بات یاد ہے؟ جو محمودہ کے بھائی نے فرمائش کی تھی۔ اور تو نے میری طرف سے جھوٹ جاکر کہہ دیا تھا کہ بہو کہتی ہیں "میرے سر میں درد ہے"۔ بول تو سہی کب تو نے مجھ سے کہا تھا؟ اور کب میں نے دردِ سر کا عذر کیا تھا؟

عظمت نے کہا۔ بیوی، تم کوٹھے پر قرآن پڑھ رہی تھیں۔ میں کہنے کو اوپر گئی۔ تم کو پڑھتے دیکھ کر اُلٹی پھر آئی۔

اصغری نے کہا۔ اور دردِ سر کی بات دل سے بنائی۔

عظمت نے کہا۔ میں نے سوچا کہ صبح سے اب تک تو تم پڑھ رہی ہو اب کہاں چوٹے میں سر کھپاؤ گی۔

اصغری نے کہا۔ بھلا بہار جانے کی بات تو نے کس غرض سے کہی تھی؟ میں نے تجھ سے صلاح کی تھی یا تو نے مجھ کو کہتے سنا تھا؟

اس کا کچھ جواب عظمت کو نہ آیا۔

پھر اصغری نے اشتہار نکال کر مولوی صاحب کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ دیکھیے یہ بیوی عظمت ان گنوں کی ہیں خود تو محلے کے پھاٹک سے اشتہار

اکھاڑ کر لائی اور مکان پر لگا دیا اور خود اماں جان سے کہنے کو دوڑی گئی۔

اصغری یہ باتیں کہہ رہی تھیں اور مولوی صاحب کا چہرہ سرخ ہو ہو جاتا تھا۔ ادھر تماشا خانم دانت پیس رہی تھی۔

مولوی صاحب نے کہا۔ تجھ کو نکال دینا کافی نہیں ہے تو بڑی بدذات عورت ہے۔ یہ کہکر اپنے خدمتگار کو آواز دی اور کہا۔ بہادر اس ناپاک کو کوتوالی میں لے جا اور رقعے میں اس کا سب حال ہم لکھے دیتے ہیں۔

اصغری نے مولوی صاحب سے کہا کہ بس یہ اپنی سزا کو پہنچ گئی۔ کوتوالی سے اسے معاف رکھئے۔

اور ماما کو اشارہ کیا کہ چلدے بلکہ دروازے تک ماما کے ساتھ گئی۔

غرض ماما عظمت اپنے کوتکوں کے پیچھے یہاں سے نکالی گئی۔ گھر پہنچی تو بیٹی بلا کی طرح لپٹی۔ میں نہ کہتی تھی "اماں ایسی لوٹ تو مت مچاؤ سو دن چور کے تو ایک دن شاہ کا' ایسا نہ ہو کسی دن پکڑی جاؤ۔ تم کس کی مانتی تھیں۔ خوب ہوا' جیسا کیا ویسا پایا۔ اب سسرال میں میرا نام تہمت کرو۔ جہاں تمھارا خدا لے جائے چلی جاؤ۔ میرے گھر میں تمھارا کام نہیں۔ نوکر کو میں نے صبر کیا۔ تقدیر میں ہو گا تو پھر مل رہے گا۔

CH. 16

اس طور پر خدا خدا کر کے اصغری نے اپنے دشمن کو نکال پایا۔ اور گھر کو عذاب سے نجات دی۔

جب عظمت کا فیصلہ ہو گیا تو اصغری نے باپ کے پاس جانے کی پھر

اجازت چاہی اور راضی خوشی رخصت ہو ماں کے گھر آئی ایک ہفتہ برابر یہاں رہی اور جس جس بات میں باپ سے صلاح لینی تھی سب طے کیا۔

باپ نے پوچھا۔ عظمت نکل گئی؟

اصغری نے کہا۔ سب آپ کے طفیل سے بخیر انجام ہوا۔ نہ بڑے بھائی لاہور جاتے نہ ابا جان آتے نہ یہ برسوں کا حساب طے ہوتا۔ نہ عظمت نکلتی۔

خاں صاحب نے پوچھا۔ اب گھر کا انتظام کیونکر ہو گا؟

اصغری نے کہا۔ ماما کے نکلتے ہی میں ادھر چلی آئی۔ اب انتظام کیا مشکل ہے۔ اسی عظمت کی خرابی تھی۔ اب میں سب دیکھ بھال لوں گی۔

خاں صاحب نے پوچھا۔ اور کیا کیا باتیں تم نے گھر میں ایجاد کیں؟

اصغری نے کہا۔ ابھی میں نے کچھ دیکھا سنا نہیں۔ شروع سے عظمت کا جھگڑا پیش آگیا۔ اب البتہ ارادہ ہے کہ ہر ایک بات کو سوچوں اور انتظام کروں اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو خط کے ذریعہ سے اطلاع دیتی رہوں گی۔

خاں صاحب نے نکاح کے بعد سے اصغری کا دس روپے مہینہ مقرر کر دیا تھا۔

اصغری سے پوچھا کہ اگر تم کو خرچ کی تکلیف رہتی ہو تو میں کچھ روپیہ تم کو دیتا جاؤں؟

اصغری نے کہا' وہی دس روپے میری ضرورت سے زیادہ ہیں بلکہ